جناب احمد عبداللہ صاحب ۔ کراچی

انقلاب ایران

اسباب و نتائج

اس مختصر مگر معلومات وحقائق پر مشتمل مقالہ میں ہمارے محترم دوست جناب احمد عبداللہ صاحب کراچی جو تاریخ و سیاست کے ایم۔اے ہیں اور جنہیں صحافت ابلاغ وتعلقات عامہ کا دیرینہ تجربہ حاصل ہے ۔ عالم اسلام اور مشرق وسطیٰ کے اقتصادی وسیاسی مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ وہ اصلاً تاریخ ومذہب ، ثقافت اور قومی مسائل پر انگریزی کے مقالہ نگار ہیں ۔ اس مقالہ میں انہوں نے انقلاب ایران کے پس منظر اسباب و نتائج پر عالمانہ روشنی ڈالی ہے ۔ اور عام طور پر مخفی مگر دلچسپ اور مفید پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے ۔ اسطرح فاضل مقالہ نگار نے عربوں اور ایرانیوں کے درمیان غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش بھی کی ہے جو اس وقت کی تلخ اور ناخوشگوار فضا میں قابل قدر ضرورت ہے ۔

کسی مقالہ نگار یا مصنف کے تمام خیالات اور تحلیل وتجزیہ سے کلی اتفاق تو ضروری نہیں ہوتا اس لئے اسی موضوع پر کسی اختلافی نوٹ کیلئے بھی الحق کے صفحات حاضر ہوں گے ۔

—— سمیع الحق ——

تاریخی پس منظر ایران کے موجودہ بحران کے اسباب کو سمجھنے اور اس کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس مسئلہ کے تین پہلوؤں کا مطالعہ ضروری ہے ۔ الف ۔ آغاز اسلام کے بعد ایران کا تاریخی پس منظر بالخصوص مذہب اور زبان کی ترقی میں اس کا حصہ ۔ ب ۔ اس ملک میں آباد عوام کی نسلی تشکیل اور ج ۔ جدید ایران کی اقتصادی ، ثقافتی اور سیاسی زندگی میں مغربی طاقتوں کا کردار ۔ ہم ان پہلوؤں پر مختصراً اظہار خیال کرتے اور اس بحران کے بنیادی عوامل اور اس کے امکانی عواقب معلوم کرنے کی کوشش کریں گے جو اس خطہ میں اور اس کے باہر اثر انداز ہو سکتے ہیں ۔

ہم ایران کے متعلق بعض غلط تصورات دور کرنے کی کوشش بھی کریں گے جن کی تشہیر مغربی لوگوں نے دانستہ طور پر مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے کی ہے تعلیم یافتہ طبقوں میں ایک عام غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ ایران کے عوام

نے اپنے ملک پر عربوں کی فتح کے بعد سے کبھی ان سے خود کو ہم آہنگ نہیں کیا۔ اور وہ ہمیشہ ان کی مخالفت کرتے رہے۔
ہمیں ابتدا ہی میں یہ بتا دینا چاہئے کہ یہ نقطۂ نظر سراسر بے بنیاد ہے۔ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔ عربوں اور ایرانیوں کے درمیان کبھی کوئی گہری مخالفت نہیں رہی جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ عربوں اور ایرانیوں میں جس قدر باہمی تعاون، گہرا اتحاد اور اشتراکِ عمل اور بہترین ہم آہنگی اور مفاہمت موجود تھی اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ دنیا کی کسی قوم نے کسی نصب العین کے لئے خود کو خلوصِ دل سے اتنا وقف نہیں کیا جتنا کہ ایرانی قوم نے خود کو اسلام کیلئے وقف کیا۔ انہوں نے اپنے آبا و اجداد کا مذہب ترک کر دیا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ اپنی صدیوں پرانی بادشاہت کو مسترد کر دیا اور خلافت کا انتخاب کیا۔ اپنی قدیم زبان کو خیرباد کر کے عربی کو اپنی علمی و عملی زبان بنا لیا۔

ایرانی علماء، دانشوروں اور مذہبی رہنماؤں نے اپنی بے مثل تحریرات سے عربی زبان، اسلامی علم اور سائنس کی ترقی کے لئے اس قدر زبردست کردار ادا کیا کہ عام طور پر جو سائنسی، ادبی اور تخلیقی کارنامے عربوں سے منسوب کئے جاتے ہیں وہ زیادہ تر ایرانیوں کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہیں۔ احادیث کی تدوین، پیغمبرِ اسلامؐ کی سوانح عمریاں، قرآن کی تفسیریں، اسلامی دینیات، صوفیوں کا طرزِ فکر، ریاضی، فلکیات، کیمیا سازی، ادویہ، مختصر افسانے، ناول، قواعد، سیاسی افکار، تاریخ لغت کی تالیف، حکومت کا نظم و نسق، دوسری زبانوں سے تراجم وغیرہ زیادہ تر ایرانیوں کے مرہونِ منت ہیں۔

ابتدائی دنیائے اسلام میں جو کہ پرتگال سے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی اور جہاں عربی زبان عام تھی، ایران کو صدیوں تک ایک محور کی حیثیت حاصل تھی۔

آئیے ہم پہلے تاریخ کو لیتے ہیں۔ ایران کی تاریخ کا سب سے اہم واقعہ یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں (تقریباً ۶۵۱ء) ساسانی خاندان کے آخری بادشاہ یزدگرد سوئم کے قتل کے بعد ایران مسلمانوں کی حکومت میں داخل ہو گیا۔ اس واقعہ نے ایران کے مذہبی، ثقافتی اور نفسیاتی طرز کو یکسر بدل دیا جو آج تک اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ واقعات کلی طور پر غیر متوقعہ اور پُراسرار تھے۔

صدیوں تک جمود کی حالت میں مبتلا رہنے کے بعد واقعات نے حیرت انگیز تیز رفتاری کے ساتھ وقوع پذیر ہونا شروع کیا۔ چنانچہ ۶۲۰ء میں جبکہ خسرو پرویز نے اپنی کامیاب فتوحات کا بیس سالہ دور پیچھے چھوڑا کوئی شخص بھی یہ پیش بینی نہیں کر سکتا تھا کہ پچیس سال کے اندر نہ صرف اس کا شاہی خاندان ختم ہو جائے گا۔ بلکہ ایرانی زندگی کا پورا ڈھانچہ بدل جائے گا۔

بہرحال اسلام ایران کے لئے ایک رحمت بن کر آیا اور اس پر لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی ساسانی شاہی خاندان اور اس کے حاشیہ بردار زردشتی پادریوں کے نظامِ زندگی سے بیزار ہو چکے تھے۔ سر تھامس آرنولڈ نے اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "زردشتیوں کی عدم رواداری نہ صرف دوسرے مذاہب

کے ساتھ بھی بلکہ ان کے اپنے مذہب کی تقلید نہ کرنے والے بعض ایرانی فرقوں مثلاً مجوسی، مزدکی وغیرہ کے ساتھ بھی اس کا مظاہرہ کرتے تھے جس کی وجہ سے انہیں وسیع طور پر ناپسند کیا جاتا تھا۔ بہت سے ایرانی لوگوں میں عقائد کی بنیاد پر ایذارسانی سے اس مذہب اور اس شاہی خاندان کے خلاف نفرت کے احساسات بھڑک اٹھے تھے، جو اس کے ظلم و جور کی حمایت کرتا تھا۔ اس طرح عربوں کی فتوحات ایرانیوں کے لئے ایک نجات کی روشنی بن کر نمودار ہوئی۔" (اسلام کی تعلیمات از سر تھامس ارنالڈ)

ایڈورڈ براؤن کے مطابق ۵۷۰ء میں نوشیرواں کی موت کے بعد ساسانی سلطنت کا زوال شروع ہو گیا تھا۔ اسکی حالت بہت ابتر ہو گئی تھی، سازشوں کے باعث اسکی جڑیں کھوکھلی ہو گئی تھیں بے اطمینانی کی وجہ سے لوگوں میں جوش پھیلا ہوا تھا۔ اور خونریزی اور برادرکش جنگ و جدال سے سلطنت پارہ پارہ ہو گئی تھی۔ خود نوشیرواں کا بیٹا عیسائی ہو گیا تھا۔ اور اس نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ (ایران کی ادبی تاریخ) لیکن انہیں کبھی یہ توقع نہیں تھی کہ وہ ان پسماندہ عربوں کے ہاتھوں جن کے پاس اچھے ہتھیار بھی نہیں تھے شکست کھا جائیں گے اور انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ ان کی شکست اتنی مکمل اور سبق آموز ہو گی۔

اسلام کے آغاز نے اس ملک کے پورے سماجی اور سیاسی طرز کو بدل ڈالا۔ جیسا کہ اس سے پہلے عرب کو بدل ڈالا تھا۔ ایران کے لوگوں نے عربوں کو خوش آمدید کہا اور زندگی کے ہر شعبہ میں ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا۔ چنانچہ ایرانیوں نے خراسان کے دفاع میں عربوں کے دوش بدوش تاتاریوں کے خلاف جنگ کی۔

قطیبہ بن مسلم نے اپنی وسطی ایشیائی مہموں کے لئے بہت سے سپاہی ایرانی آبادی سے حاصل کئے جن ایرانیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ عربوں کی قیادت کے تحت اپنے آبائی دشمنوں یعنی تورانی خانہ بدوشوں سے جنگ کرنے کو تیار ہو گئے تھے۔

عرب بھی ایرانیوں کے لئے ہمدردی کے احساسات رکھتے تھے انہوں نے کبھی مقامی لوگوں کی گھریلو زندگی میں مداخلت نہیں کی اور جو لوگ اپنے پرانے مذہب سے وابستہ رہنا چاہتے تھے، انہیں اسکی اجازت تھی۔ اور جو لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے انہیں موالی کے طور پر قبول کیا۔ موالی کا ایسا رشتہ تھا جو دیرپا ثابت ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔

مشہور مستشرق ویلہاسن نے اس پہلو پر ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔ "عرب اور ایرانی لوگ مستقل سکونت اور جائے بود و باش کے لحاظ سے ایک دوسرے سے جدا نہیں تھے.... عرب باشندے اس ملک کے دیہی علاقوں میں املاک رکھتے تھے اور وہ وہاں اپنے وقت کا کچھ حصہ بھی گذارتے تھے۔ بالخصوص مرو کے نخلستان میں جہاں یہ شہر آبپاشی کے نظام میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔"

آگے چل کر ویلہاس لکھتا ہے ۔ "انہوں نے ایرانیوں کو مصاحب کی حیثیت سے رکھا اور ایرانی عورتوں سے شادیاں کیں۔ یہ اثر دوسری نسل میں زیادہ شدت سے محسوس کیا گیا۔ عرب اس ملک کے اصلی باشندوں کیساتھ گھل مل گئے تھے اور وہ اس صوبے کو اپنا مشترکہ وطن تصور کرنے لگے تھے۔ اب وہ پکے خراسانی بن گئے تھے۔ ایرانیوں کیطرح پائجامے پہنتے تھے اور نوروز اور مہرگان کے تہوار مناتے تھے۔ نمایاں حیثیت رکھنے والے عربوں نے تو مرزبانوں کا لباس اپنا لیا تھا۔"

اس کے علاوہ عرب اسلام کے معاملہ میں اتنے فراخدل تھے کہ جب ایرانیوں کو شکست ہوئی، تو حضرت عمرؓ کو یہ تشویش پیدا ہوئی کہ انہیں مفتوح موبدوں (قدیم ایرانی پجاری) اور زردشتیوں سے کس طرح سلوک کرنا چاہئے۔ مسلم مورخ بلاذری نے اپنی کتاب (کتاب الفتوح البلدان) میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف آگے بڑھے اور انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو گواہ بنائیے۔ اس نے فرمایا: "آپ ان سے ایسا سلوک کریں جیساکہ اہل کتاب سے ساتھ کرتے ہیں۔"

اس پر حضرت عمرؓ نے موبدوں اور زردشتیوں کو وہی حیثیت عطا کی جو اہل کتاب کو دی گئی تھی۔ یہ بھی تاریخی ریکارڈ میں موجود ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے ایران کے موبدوں سے پول ٹیکس قبول فرمایا جو اہل کتاب سے وصول کیا جاتا تھا۔

تھامس آرنولڈ لکھتا ہے۔ کہ اسلام کی سادگی اور لچکداری کے باعث ایران کے لوگ کثیر تعداد میں رضاکارانہ طور پر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ اے۔ جے۔ آربیری کے مطابق "ایرانیوں نے جبر کے ذریعہ اسلام قبول نہیں کیا بلکہ وہ ایک باطنی روحانی ضرورت کے تحت مشرف بہ اسلام ہوتے (مذہب مشرق وسطیٰ میں)

یہاں عربوں اور ایرانیوں کے تعلقات کے سلسلہ میں ایک غلط فہمی کو دور کرنا ضروری ہے عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایرانیوں نے عربوں کے خلاف ۷۴۷ء میں خراسان کے ابومسلم کے زیر قیادت بغاوت کی اور اموی خاندان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ لیکن اس نظریہ کی کلی طور پر اس بنیاد پر تردید کی جاسکتی ہے کہ (الف) اس تحریک کے رہنماؤں کی اکثریت عربوں پر مشتمل تھی جو حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں خراسان میں آباد کئے گئے تھے اور (ب) اس تحریک کا مقصد کسی ایرانی کو بطور خلیفہ مقرر کرنا نہیں تھا۔

ٹائن بی کہتا ہے: "ابومسلم کے نائبین میں خراسانی عربوں کی اکثریت تھی اور باغی شعوری طور پر ایرانی قوم پرستی کے مقصد کے لئے کام نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ یہ بغاوت اسلام کے مقصد کے لئے ایرانی، عرب، خراسانی مسلمانوں کی متحدہ کوشش تھی۔" (مطالعہ تاریخ جلد ۷) وہ افسر جس نے اموی خاندان کے معزول خلیفہ مروان کو پکڑا اور ہلاک کیا، خراسانی عرب تھا۔ لہٰذا اس نظریہ کی کہ ایرانیوں نے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے

اموی خاندان کی حکومت کا تختہ الٹا تھا، کوئی بنیاد نہیں ہے۔

اس نظریہ کی حمایت میں کہ ایرانی عربوں کے خلاف تھے مزید یہ کہا جاتا ہے کہ ابولولو جس نے حضرت عمرؓ کو شہید کیا، ایرانی تھا لیکن اس نظریہ کے حامی اس بات کا ذکر نہیں کرتے کہ ابولولو عیسائی تھا اور ایران میں آکر بس گیا تھا اسے وطن پرستی کے کسی جذبے نے نہیں اکسایا تھا بلکہ اس نے مذہبی جنون کے تحت یہ اقدام کیا تھا جو تاریخ کے پورے دور میں عیسائیوں کی خصوصیت رہی ہے جس کا ثبوت صلیبی جنگوں کے دوران ان کی بربریت اور سینکڑوں مواقع پر یورپ بھر میں یہودیوں کے قتلِ عام میں ملتا ہے۔

یہاں اس بات کا تذکرہ کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اسلام کے ساتھ ایرانیوں کا تعاون ایران کی فتح سے بھی پہلے شروع ہوگیا تھا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں حلقہ بگوشِ اسلام ہونے والوں اور پیغمبر اسلامؐ کے قریب ترین صحابہ کرام میں حضرت سلمان فارسی شامل تھے، جو ایرانی تھے۔ اسی طرح جب ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز کو رسولِ اکرمؐ کا خط ملا جس میں اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی، اس نے نہ صرف یہ خط پھاڑ ڈالا بلکہ اپنے یمن کے گورنر باذان کو حکم دیا کہ وہ پیغمبر اسلامؐ کو گرفتار کرکے ایران بھیج دے۔ گورنر نے نہ صرف اس حکم کی تعمیل نہیں کی بلکہ خود مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ اس کے ساتھ ایرانیوں کی کثیر تعداد جو یمن میں تعینات تھی رسولِ اکرمؐ کے زمانے میں حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔ ان ایرانی سپاہیوں نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں شام اور مصر کی فتح میں عربوں کے دوش بدوش جنگ میں حصہ لیا۔ محمد کامل حسین کی کتاب "فاطمی خاندان سے پہلے مصر میں شیعیت" کا مندرجہ ذیل اقتباس انتہائی معلومات افزا ہے۔

"ان دستوں کے درمیان جنہوں نے واقعتاً فتوحات میں حصہ لیا، وہ متعدد سپاہی بھی تھے جو بنو۔ ال۔ انبا کے نام سے مشہور تھے۔ یہ ایرانیوں کے ایک گروہ کی اولاد تھے جو باذان کی فوج میں (جو پیغمبر اسلامؐ کے زمانے میں یمن کا گورنر تھا۔) سپاہی رہے تھے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے تھے۔ وہ اس نئے مذہب کو پھیلانے کیلئے جنگ میں حصہ لینے کے خواہش مند تھے۔ چنانچہ وہ فلسطین اور مصر میں عمر بن العاصؓ کی فوج میں شامل ہوگئے۔ ان کے ساتھ عربوں جیسا سلوک کیا جاتا تھا اور انہیں عربوں کے ساتھ قاہرہ کے قریب فسطاط کے مقام پر آباد کیا گیا تھا۔

عربی زبان اور اسلامی سائنسی علوم کی ترقی میں ایرانیوں کا حصہ

عربی زبان اپنی منطقی اور انتہائی ترقی یافتہ اصول قواعد کی وجہ سے ایرانی دانشوروں کے لئے کشش رکھتی تھی۔ چنانچہ پانچ سو سال تک ایرانی عالموں نے خالصتہً عربی زبان میں تصنیف و تالیف کی اور اس اعلیٰ زبان کو سائنسی اور مذہبی دونوں مقاصد کیلئے استعمال کیا۔

وان گرون بام اسکی طرف اشارہ کرکے لکھتا ہے۔ "ان ایرانیوں نے جنہوں نے عربی زبان کی ترقی میں شاندار

کردار ادا کیا تھا۔ شاذ و نادر ہی اپنے قومی پس منظر پر زور دیا۔ (اسلام ایک ثقافتی روایت کی نوعیت اور ارتقاء مضامین) قرآن کریم کے عظیم مفسر زمخشری (ایک ایرانی ۱۱۴۳ء) اپنی تفسیر قرآن کے دیباچہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے انہیں عربی زبان کا علم اور شوق عطا فرمایا۔ ابن درید (۹۳۳ء) ابو الحسین فارس (اوائل گیارھویں صدی عیسوی) مہیار الدیلمی (۱۰۰۳ء) اور شریف الرازی (۱۰۱۶ء) ان ایرانیوں میں سے چند ایک ہیں جنہوں نے عربی شاعری میں نہایت اعلیٰ مقام حاصل کیا اور خود کو عربی زبان کے فروغ کے لئے وقف کر دیا تھا۔

نیشاپور کے ابو منصور کی کتاب یتیمۃ الدھر (زمانے کا نادر موتی) جو عربی نظموں کا ایک قابل قدر منتخب مجموعہ ہے اور جو تقریباً ۱۰۰۰ء میں لکھی گئی تھیں، اس دور (۴۰۳ - ۳۵۰ھ - ۱۰۱۲-۹۶۱ء) میں ایران کے ادبی احوال کے متعلق معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اور اس سے عربی زبان کی وسعت کا غیر معمولی اندازہ ہوتا ہے کہ اسے ایران کے طول و عرض میں کس قدر فروغ دیا گیا تھا۔ ہم ایرانی شعراء کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ایرانی سرپرستوں کو بہترین عربی نظموں میں مخاطب کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات وہ فی البدیہہ نظمیں بھی کہتے ہیں۔

ایک اور تصنیف القصر از الحسین ابن علی البخاری (۱۰۷۴ء) میں ہمیں ان کثیر التعداد ایرانیوں کو دیکھ کر مسرت ہوتی ہے جن کا عربی نظموں کے مصنفوں کی حیثیت سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں بکثرت ایسے ایرانیوں کے نام ملتے ہیں جنہوں نے عربی میں نظمیں لکھیں اور نثر کے مجموعے شائع کئے۔

فارسی زبان کا طالب علم یہ محسوس کرتا ہے کہ اسے سنسکرت یا دوسری آریائی زبانوں سے اتنا سروکار نہیں ہے جتنا کہ عربی زبان سے ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ فارسی کے لئے عربی رسم الخط اختیار کیا گیا جس سے پوری زبان میں انقلابی تبدیلی پیدا ہوگئی۔

آٹھویں صدی سے تیرھویں صدی عیسوی تک اسپین سے سندھ تک پوری دنیائے اسلام ایک لسانی وحدت بن گئی تھی۔ دنیائے اسلام کا یہ اہم لسانی اتحاد ایرانیوں نے نہیں توڑا بلکہ ترکوں اور منگولوں نے اسے ختم کیا۔ اور فارسی کو درباری زبان کے طور پر اختیار کر لیا۔ ترک حکمران مثلاً غزنوی، سلجوقی اور تیموری خاندانوں کے دور میں عظیم ترین فارسی شعراء پیدا ہوئے جنہیں اعلیٰ مدارج سے سرفراز کیا گیا۔ ترکوں اور منگولوں کے دورِ حکومت ہی میں فارسی کو فروغ حاصل ہوا۔ ایرانی ادب محمود غزنوی کے زمانہ (۱۰۳۰-۱۰۰۰ء) میں اپنے انتہائی عروج پہ پہنچ گیا۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس کے بعد میں بہت سے ایرانی مصنفین عربی زبان میں لکھتے رہے۔ اسی طرح بہت سے عرب مصنفین بھی ایرانی ثقافت اور ادب میں جذب ہو گئے اور انہوں نے فارسی میں کتابیں لکھیں۔ "عربوں اور ایرانیوں کے کردار اور خصوصیات کے اس باہمی امتزاج سے نہایت اہم ثقافتی نتائج پیدا ہوئے۔" (ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ: اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن سیریز II)

بالآخر ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی تباہی اور ایران میں اسکی حکومت کے قیام کے بعد جس کا سلسلہ سو سال سے زیادہ عرصہ تک قائم رہا عربی زبان کی جگہ فارسی کو دیدی گئی۔ ہم ذیل میں ایرانیوں کے اس اعلیٰ کردار کا خلاصہ بیان کرتے ہیں جو انہوں نے اسلام کے متعدد مذہبی علوم کے سلسلہ میں ادا کیا:

ا۔ پیغمبر اسلام کی زیادہ تر سوانحعمریاں ایرانیوں نے لکھیں۔

ب۔ احادیث کے چھ مجموعوں میں سے جنہیں سنی مسلمانوں نے مستند تسلیم کیا ہے، چار ایرانیوں نے مدون کیں۔

ج۔ سب سے مقبول سنی فقہ حنفی کو ایک ایرانی نے رائج کیا۔

د۔ سب سے مشہور صوفی سلسلے ایرانیوں نے شروع کئے۔ یہی وہ منظم نظام تھا جس نے برصغیر اور جنوب مشرق ایشیا میں اسلام پھیلایا۔

ہ۔ دسویں صدی عیسوی میں خراسان کے شاہی خاندان سامانی نے ترک قبیلوں کو مشرف بہ اسلام کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہی وہ ترک قبیلے تھے جنہوں نے غزنوی اور سلجوقی خاندانوں کی داغ بیل ڈالی، جن کے کارناموں کی تاریخ کے صفحات میں نظیر نہیں ملتی۔

و۔ ایرانیوں نے مسلمانوں کے بہترین اور قابل ترین منتظمین اور سیاست دان پیدا کئے۔

اب ہم مذکورہ بالا بیان کو واقعات سے ثابت کرتے ہیں صحیح بخاری کے مصنف محمد بن اسمٰعیل البخاری (وفات ۸۷۰ء) صحیح مسلم کے مصنف مسلم بن الحجاج تشتری (وفات ۸۷۵ء) ترمذی کے مصنف محمد بن عیسیٰ ترمذی (وفات ۸۹۲ء) اور النسائی (وفات ۹۱۴ء) ایرانی تھے۔

اسی طرح قرآن کریم کے بہترین مفسرین مثلاً تفسیر کبیر کے مصنف امام فخر الدین رازی، انوار التنزیل کے مصنف قاضی نصیر الدین بیضاوی تفسیر کاشف کے مصنف علامہ محمود بن عمر مخشری اور تفسیر تستری کے مصنف بیہقی بن مفضل تستری ایرانی تھے۔

پہلا شخص جس نے اصول قانون کے موضوع پر لکھا وہ بھی ایک ایرانی نعمان بن ثابت ابوحنیفہ تھے۔ ان کا مرتب کردہ فقہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ مقبول ہے۔

بہت سے عظیم صوفی مثلاً حضرت عبدالقادر جیلانی، حضرت شہاب الدین عمر سہروردی، عبدالرحمٰن جامی، عبدالکریم جیلی، بایزید بسطامی، نجم الدین کبریٰ، علی الہجویری، خواجہ معین الدین چشتی، ایرانی تھے۔ اسی طرح امام غزالیؒ جو کہ ایک عظیم صوفی اور اسلام کے عظیم ترین ماہر دینیات تھے، وہ بھی ایرانی تھے، جیسا کہ روسی پروفیسر اے۔ اسی کرائمسکی نے اشارہ کیا ہے: "یہ وہ ایرانی تھے جنہوں نے دینی سائنس کے میدان میں نمایاں کردار ادا کیا اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اسے ایک نظام کی شکل دی اور اسے تقویت پہنچائی۔"

اب ہم تاریخ نگاری کے فن کیطرف آتے ہیں۔ انتہائی قابلیت کے حامل مسلم مؤرخین کی اکثریت ایرانی تھی جن میں سے چند یہ ہیں: یعقوبی، طبری، سیوطی، ابن اثیر، ابن کثیر، بلاذری، دارقطنی بیہقی، واقدی، جمال الدین ابوالقاسم کاشانی، علی طاہر البغدادی، شرف الدین، علی یزدی، الملک جوینی، عبدالرزاق سمرقندی، دناوری، ابوالفرج علی بن حسین الاصفہانی، المکاری، ابن قتیبہ وغیرہ۔

یحییٰ برمکی، جعفر برمکی اور خالد برمکی جنہوں نے عباسی دور حکومت میں اہم خدمات انجام دیں، ایرانی تھے۔ وہ بہترین منتظم تسلیم کئے جاتے تھے۔ اسی طرح خواجہ حسن نظام الملک طوسی ایک ایرانی تھے، جنہوں نے سلجوق خاندان کے سلطان الپ ارسلان اور ملک شاہ کے تحت وزیر اعظم کی حیثیت سے فرائض انجام دئے انہیں دنیا کے قابل ترین سیاستدانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کی کتاب "سیاست نامہ" مسلم سیاسی فکر اور مسلم سیاسی نظام پر ایک مستند اور معیاری تصنیف ہے۔

اسی طرح ایرانیوں نے پیغمبر اسلامؐ کی سوانحعمریاں (سیرت) بڑی محنت اور جانفشانی سے مرتب کیں۔ اور رسول اکرمؐ کے ارشادات (احادیث) کو مرتب کیا اور اسلامی دینیات کی تشکیل کی۔ سائینسی موضوعات پر بڑی کاوش سے کتابیں تصنیف کیں۔ قانون کے میدان میں بھی وہ پیچھے نہ تھے۔ ان حقائق کی بنا پر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ایرانیوں نے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ مسلم ثقافت کی تعمیر میں حصہ لیا۔

بہرحال یہ ایک طرفہ معاملہ نہیں تھا۔ عرب بھی ہمہ گیر قابلیت کے حامل تھے اور تخلیقی مفکر تھے۔ انہوں نے تقریباً ہر میدان میں پہل کی اسے عملی شکل دی اور انتہائی بلندیوں تک پہنچایا۔ عرب اور ایرانیوں کی دوستی ایک ایسا مثالی امتزاج تھا جس کے شاندار نتائج برآمد ہوئے اور اس سے نوعِ انسانی کو عام طور پر اور مسلمانوں کو خاص طور پر بے انتہا فائدہ پہنچا۔

"عربوں کی فطری صلاحیت میں ایرانی فکر سے تحریک پیدا ہوئی اور عرب اور ایرانیوں کے اوصاف ایک دوسرے کے لئے معاون ثابت ہوئے۔ عربی سائنس کا کرشمہ زیادہ تر عربی زبان کی قوت اور اسلامی عقیدے میں ایرانیوں کے تجسس کا رہین منت تھا۔ عربی سائنس عرب سائنسی ذہانت کا ثمر تھا جسے ایرانی ذہانت نے بار آور کیا۔"

(جارج سارٹن انٹروڈکشن ٹو دی ہسٹری آف سائنس)

اے۔ جی براؤن کے مطابق "ایک زمانے میں ایران اور عربوں کی ذہنی اور سیاسی زندگی اس قدر گہرے طور پر مربوط اور ایک دوسرے سے مشابہ تھی کہ اسلام کے ارتقاء سے متعلق تحقیق کے لئے ان دونوں کا مشترک مطالعہ ضروری ہے۔"

نولڈیک کے مطابق "یونانی تہذیب کبھی بالائی سطح سے زیادہ ایرانی زندگی میں داخل نہیں ہوئی اس کے

برخلاف عربوں کا مذہب اور ان کے طور طریقے ایرانیوں کی رگ وپے میں سرایت کر گئے تھے۔" ایرانیوں نے اپنے آپ کو اس اسلامی سلطنت میں جذب کر لیا تھا جو سپین سے لاہور تک پھیلی ہوئی تھی۔

"اسلام میں غیر عرب عناصر کا عربوں کے ساتھ حلول اور انجذاب ایسی تیز رفتاری سے عمل میں آیا کہ اسکی مثال نوعِ انسانی کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔" (ای۔جی براؤن)

عربوں اور ایرانیوں کی یہ اسلامی تہذیب جسکی مشترکہ زبان عربی تھی منگولوں کی یلغار کے بعد انحطاط پذیر ہو گی مسلمانوں نے اس سانحہ کے بعد بھی اپنے وجود کو برقرار رکھا۔ انہوں نے خود کو سنبھالا دیا۔ اور پھر وہ مشرقی یورپ ایشیا اور افریقہ میں نئے افقوں کی تلاش میں آگے بڑھے۔ تاہم وہ ذہنی قوت اور قوتِ حیات جو عرب ایران کے امتزاج سے پیدا ہوئی تھی، شاذ و نادر ہی کہیں بڑے پیمانے پر موجود تھی۔ البتہ انفرادی ذہنی صلاحیت کی چنگاریاں اب بھی موجود تھیں۔

نسلی تشکیل اس برادرانہ وابستگی کے متعلق بحث کرنے کے بعد جو عربوں اور ایرانیوں کے درمیان موجود تھی اور آخر الذکر نے عربی زبان کی ترقی میں جو عظیم کردار ادا کیا تھا، ہم ایرانیوں کی نسل اور مذہب کے اہم پہلوؤں پر اظہار خیال کریں گے۔ چونکہ ایران اس وقت انتہائی مشکل دور سے گذر رہا ہے۔ جو اس کی تاریخ میں نقطۂ انقلاب ثابت ہو سکتا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ حقائق کو پوشیدہ رکھے بغیر خواہ وہ کتنے ہی ناخوشگوار کیوں نہ ہوں صحیح منظر پیش کر دیں۔ اس سے دنیا کے لوگ ایران کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے اور غیر جذباتی طور پر صورتحال کا تجزیہ کر کے مفید نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔

یہ عام تصور کہ ایرانیوں نے ابتداء ہی سے شیعیت کو قبول کیا تھا۔ اور اس کے ذریعہ اپنا قومی تشخص قائم کیا کلی طور پر بے بنیاد ہے جسکی کوئی اساس نہیں۔ ہم اس باب میں دلائل سے ثابت کریں گے کہ اہل ایران نے سنی مذہب اختیار کیا تھا اور اس پر نو سال تک قائم رہے۔ حتیٰ کہ سولہویں صدی عیسوی میں صفوی حکمرانوں نے انہیں بزور شمشیر شیعہ مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا۔

اسی طرح ایران کے لوگ آریائی نہیں ہیں جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے۔ آج کے ایران کے شہری ایک مخلوط قوم ہیں جو ایشیا کی اُن مختلف نسلوں پر مشتمل ہے جو ان علاقوں میں گذشتہ کئی صدیوں کے دوران آباد ہو گئی تھیں۔ اس کی تفصیلات پر یہاں ہم روشنی ڈالیں گے۔

موجودہ ایرانی قوم میں نہ تو لسانی اعتبار سے اور نہ نسلی لحاظ سے یکسانیت پائی جاتی ہے۔ جدید ایران کی آبادی جن خاص عناصر پر مشتمل ہے، وہ یہ ہیں:۔ ۱۔ عرب جو کہ زیادہ تر صوبہ خوزستان میں پائے جاتے ہیں یہ صوبہ اس صدی کے آغاز میں عربستان کے نام سے مشہور تھا اس کے علاوہ عربوں کی اولاد کافی تعداد میں خراسان میں بھی پائی جاتی ہے۔ جہاں عرب بدوی قبیلے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں تاتاریوں سے دفاع کے لئے آباد کئے گئے تھے۔ ۲۔ کرد شمال مغربی علاقہ کے کرمان شاہ کے صوبے میں پائے جاتے ہیں۔ ۳۔ ترک آذربائیجان، خراسان

اور گروہوں کی شکل میں ایران کے تمام علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے دورِ حکومت میں ترکوں کی بھاری تعداد وسطی ایشیا سے یہاں آنا شروع ہوئی جس کا سلسلہ غزنوی، سلجوقی، خوارزم شاہی، تیموری، صفوی اور قاچاریوں کے زمانے تک جاری رہا۔ علاوہ ازیں منگولوں کے متعدد گروپ ہلاکو خاں اور ان کی اولاد کے دور میں یہاں آباد ہو گئے تھے۔ ۴۔ بلوچ ایرانی بلوچستان کے علاقہ میں جو پاکستانی سرحد سے بندر عباس تک پھیلا ہوا ہے آباد ہیں ۵۔ پارتھیں یا قدیم ایرانی جو وسطی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس طرح آج کی ایرانی قوم پانچ خاص گروپوں پر مشتمل ہے۔ عرب، کُرد، ترک، بلوچ اور قدیم ایرانی۔

رچرڈ فرائی کی کتاب "ایران" کے درج ذیل اقتباسات نہایت ہی معلومات افزا ہیں۔ "خوزستان کا جنوب مغربی صوبہ حقیقت میں عراق کے میدانی علاقوں کی ایک توسیع ہے۔ یہاں زیادہ تر مقامی آبادی عربی زبان بولتی ہے لیکن خوزستان کے عرب جدید ایران کی حکومت یا معیشت میں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔ خوزستان کے ایرانیوں اور عربوں کے تعلقات کو بمشکل خوشگوار کہا جا سکتا ہے۔

" ایران میں سب سے بڑا اقلیتی گروپ ترکوں پر مشتمل ہے جو آذربائیجان اور خراسان میں آباد ہیں۔ آذربائیجا کے جنوب میں صوبہ فارس میں ترکی قشقائی قبائلی اس صوبے کے سب سے زیادہ طاقتور خانہ بدوش ہیں۔ جبکہ خراسان کے مشرقی حصہ میں افشار ترکی قبیلہ کے لوگ بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔"

"مشرقِ قریب پر ترکوں کے حملے یا ان کی یلغار نے اس پورے علاقہ کا نقشہ بدل دیا۔ گیارھویں صدی عیسوی کے سلجوق فاتحین کے زمانے سے پہلی جنگ عظیم تک مشرق قریب کے حکمران زیادہ تر ترکی النسل تھے۔ لیکن عرب اور ایرانیوں نے کبھی ان کی حکومت کی مذمت نہیں کی۔ یہ کم و بیش عام عقیدہ تھا کہ ترک لوگوں کا مقدر حکمرانی کرنا ہے۔ جبکہ ایرانی فنون کے ماہر ہیں۔ اور عرب مذہب سے وابستہ ہیں۔

...۱۰۰۰ء سے اب تک پورے ایران یا اس کے بعض حصوں پر مندرجہ ذیل شاہی خاندان حکومت کرتے رہے جو زیادہ تر ترک تھے۔

غزنوی ۱۰۰۰ء، سلجوقی ۱۰۳۷ء - ۱۱۹۴ء، خوارزم شاہی ۱۱۳۰ - ۱۱۶۰ء اور اتابک ۱۱۴۸ء ۱۱۶۵ء، منگول ۱۲۵۸ - ۱۳۸۰ء، تیموری ۱۳۸۰ - ۱۵۰۰ء، صفوی ۱۵۰۲ - ۱۷۳۶ء، افشار ۱۷۳۶ - ۴۷ء، قاچار ۱۷۷۹ - ۱۹۲۵ء

غزنوی، سلجوقی، خوارزم شاہی، اتابک، تیموری، صفوی، افشار اور قاچار خالصتہً اور مکمل طور پر ترک تھے۔ گو شاہ اسمٰعیل صفوی کا دعویٰ تھا کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی اولاد میں سے ہیں۔ لیکن ان کی فوج ترک سپاہیوں پر مشتمل تھی جو قزلباش کے نام سے مشہور تھی ان ہی قزلباش ترکوں نے صفوی دور میں ایران پر حکومت کی۔

آرنولڈ ٹوئن بی کے مطابق "کوئی بھی دوسری نسل اسی قدر مخلوط نہیں ہے جتنی کہ ایرانی۔ ان کی رگوں میں مختلف

خون دوڑ رہے ہیں۔ یہ مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ آج بھی ایران کی صرف دو تہائی آبادی فارسی زبان یا اس کی مقامی بولیاں بولتی ہیں۔"

اس طرح یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آج کے ایران کے لوگ مشرق وسطیٰ وسطی ایشیا اور جنوب ایشیا کے حصوں کے تمام مسلمانوں کی نسلوں پر مشتمل ہیں۔ یہ صورت حال ایک ایسی سرزمین میں فطری بات تھی جو مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب کے سنگھم پر واقع ہے۔ اس کی منفرد جغرافیائی حیثیت کے پیش نظر یہ مشرق وسطیٰ، وسطی ایشیا، اور جنوب ایشیا کے واقعات سے گہرے طور پر متاثر ہوا ہے۔ اور اس نے اپنی سرحدات سے باہر ہر سمت میں گہرا اثر ڈالا ہے۔ مزید برآں لوگوں کے ہر گروہ نے جو ایران میں آباد ہے، اپنی تاریخ کے کسی نہ کسی مرحلہ پر شاندار کردار ادا کیا ہے۔

عباسی سلطنت کے ابتدائی عرب دور نے پوری دنیا کے لئے مینار نور کا کام دیا۔ ایران نے اس مدت کے دوران عربوں کے اشتراک عمل سے مذہبی اور سائنسی میدانوں میں فائدہ اٹھایا۔ سلجوقی دور میں ثقافتی اور ذہنی سرگرمیاں جن بلندیوں تک پہنچیں وہ اس قدر مشہور ہے کہ یہاں ان کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ تیموری اپنے دور میں فنون لطیفہ اور فن تعمیر کے زبردست سرپرست ثابت ہوئے۔

تیمور کے بیٹے اور پوتے شاہ رخ، مرزا الغ بیگ، اور سلطان حسین مرزا نادر کتابوں کے بیحد دلدادہ تھے وہ اس میدان میں برگنڈی کے ڈیوک یا انجاؤ کے شاہ بننے سے سبقت لے گئے تھے جو ان کے ہم عصر تھے اور سولہویں اور سترھویں صدی کی کتابوں کے مشہور فرانسیسی اور اطالوی شیدائیان کتب سے زیادہ مشہور تھے۔ انہوں نے نہ صرف نادر کتابیں جمع کیں بلکہ کتابیں تخلیق کیں۔ حسین مرزا نے کتابوں کا ایک نیا اسلوب نکالا جو انتہائی فنکارانہ تھا۔

یورپ کی نفیس ترین کتابیں اور مسودات بھی ان مشرقی کتابوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس طرح تیموری ایران میں کتابوں کے شاندار اسٹائل کے بانی تھے۔ وہ بجا طور پر دنیا کے عظیم ترین شائقین کتب کی حیثیت سے یاد رکھے جانے کے قابل ہے۔

مزید برآں تیموری خاندان کے دور حکومت میں نفیس ترین قالین تیار کئے جاتے تھے۔ اس صنعت کو تیموریوں سے جو تقویت حاصل ہوئی وہ اس قدر موثر تھی کہ اس کا اثر سولہویں صدی کے بیشتر حصہ میں برقرار رہا جو صفویوں کا دور تھا۔

(باقی آئندہ)

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک

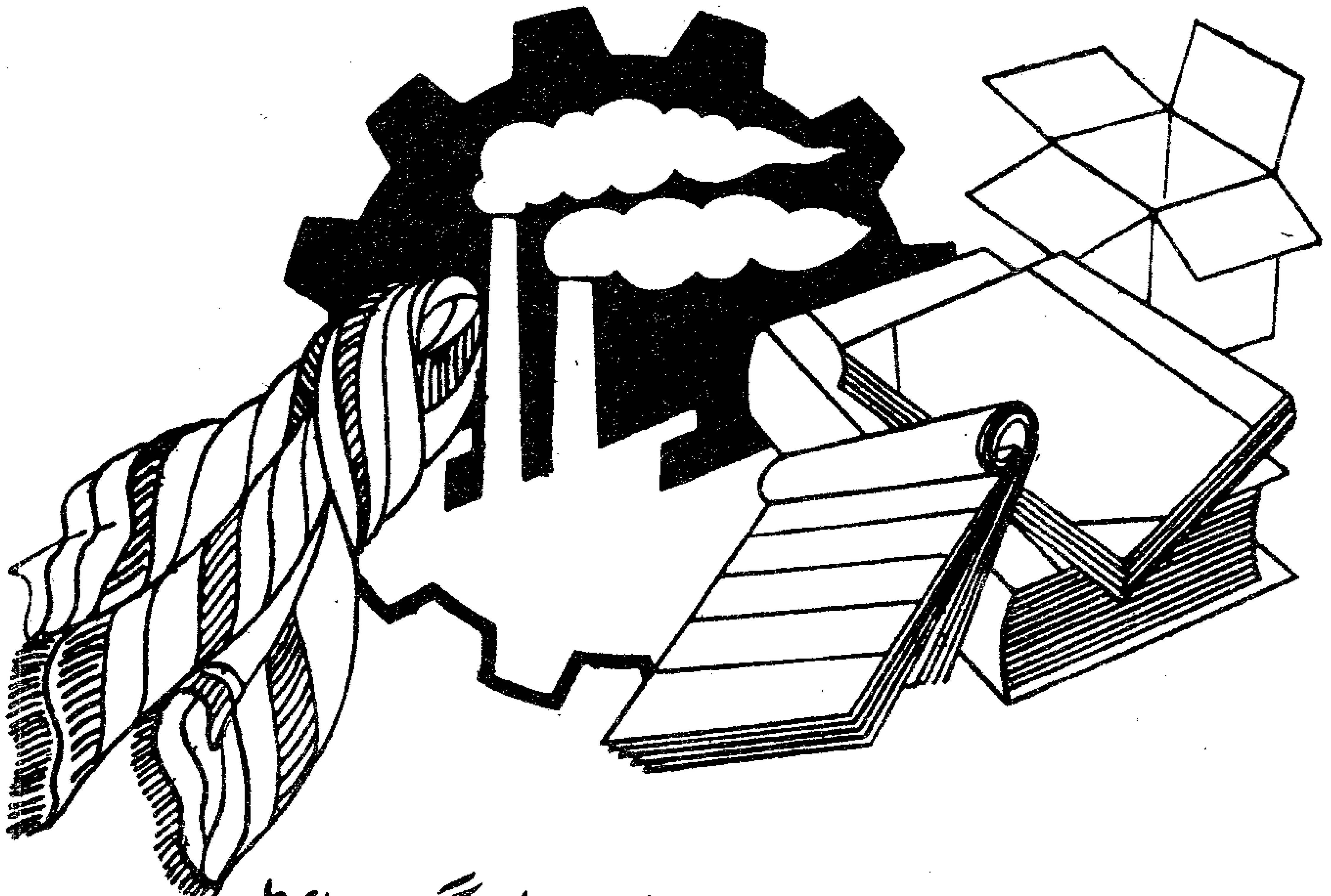

آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او بکس ۴۳۳۲ - آئی۔ آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

NATIONAL 45 H